جامعۃ الملک سعود (ریاض، سعودی عرب)

میں زیر تعلیم ہندوستانی طلبہ کا

آن لائن ماہانہ میگزین

# ارتکاز

شمارہ نمبر (۱) مارچ ۲۰۲۲ء مطابق شعبان ۱۴۴۳ھ

ماہنامہ

شمارہ(۱)

مارچ ۲۰۲۲ء

شعبان ۱۴۴۳ھ

# مشمولات

افتتاحیہ

# ہم پرورش لوح وقلم کرتے رہیں گے

لکھنا اور معلومات کو الفاظ کی شکل میں پیش کرنا علم کو قید کرنا اور زینت بخشنا ہے، کتابت کے ذریعے سے ایک باشعور اور ذی علم انسان اپنے احساس کی ترجمانی کرتا ہے، یہ محض حروف وکلمات ہی نہیں ہوتے بلکہ یہ زندگی اور اس کے نشیب وفراز، اچھے برے تجربات، فرح وسرور، رنج والم کا ایک مرقع ہوتا ہے جسے جیا جاتا ہے، یہ اپنی ہمہ جہت وصف میں پارینہ زندگی ہوتا ہے جسے ایک قلمکار حروف وکلمات کے قالب میں ڈھالتا ہے، خیالات وتصورات کے رنگ بھرتا ہے۔

اس کے ذریعہ آپ اپنے تجربات، علم ومعرفت کو جلا بخشتے ہیں، اور آنے والی نسلوں کو اس کا وارث بناتے ہیں۔ تحریر ہی وہ ذریعہ ہے جس سے قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ لکھی جاتی ہے، ان کی عظمت وبلندی کی داستانیں رقم کی جاتی ہیں تاکہ آنے والوں کے لیے مشعل راہ بنیں، شکست وزوال پر تبصرے بھی کیے جاتے ہیں تاکہ ان وجوہ واسباب کا تدارک بھی ہوسکے جو ماضی میں ترقی وعروج کے راستے میں رکاوٹیں بنے۔ یہ وسیلہ علم ومعرفت بھی ہے اور سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرنے کا ذریعہ بھی۔ امت کی تاریخ میں کتنے مصلحین نے اسی قلم کے ذریعہ سماج اور اپنے لوگوں کو خواب غفلت سے جھنجھوڑا اور ان کے اندر علم وہنر کی روح پھونک دی۔

لکھنے والے اپنی داخلی شورش واضطراب سے برسرپیکار ہوتے ہیں، جہاں خیالات وافکار کا تلاطم ہوتا ہے، بکھرے خواب اور نامکمل آرزوئیں ہوتی ہیں، سوال وجوابات بھی ہوتے اور درد بھی کسک بھی، جن کے مختلف رنگ وروپ الفاظ کی شکل میں ڈھل کر سامنے آتے ہیں، شاید یہ صفحات ان کے وہ

دوست بن جاتے ہیں جن سے اپنے آپ کو شئیر کر کے دلوں کو تسلی بھی ہوتی ہے۔ وہ افکار و خیالات کے تلاطم میں معلومات کے سمندر سے چند موتیاں چن کر ان کی تراش و خراش کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں تا کہ ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاسکے۔

لکھنے کا خواب بہت سارے دیکھتے دیکھتے ہیں، ان کے پاس حروف و کلمات کا تانا بانا بھی ہوتا ہے، تصورات کی وادیاں بھی ہوتی ہیں اور افکار و خیالات کی موجیں بھی، لیکن ان کے خوابوں کی تعبیر نامکمل رہ جاتی ہے، حروف و کلمات، افکار و خیالات کا سمندر ساکت ہو جاتا ہے، وہ گردو پیش کے واقعات و حوادث سے بے پرواہو کر اپنے سفر زندگی میں مگن ہو جاتے ہیں، پھر نہ تو کوئی حادثہ انہیں بیدار کرتا ہے، نہ طوفان ان کو ہلاتے ہیں، نہ ہی سیلاب ان کے اندر کوئی تحریک پیدا کرتا ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز کو محسوس کر پاتے ہیں اور نہ ہی ان سے کسی رد عمل کی توقع کی جاتی ہے۔

آیئے! پیش کرتا ہے ہمارا مجلہ ارتکاز آپ کو وہ سنہرا موقعہ جس میں آپ اپنے احساسات کی ترجمانی بھی کر سکتے ہیں، اپنی معلومات کو دوسروں تک پہنچاسکتے ہیں، اپنی قوم کی آواز بن سکتے ہیں، اپنی دلوں بازگشت سن سکتے ہیں، حقائق کو پیش کر سکتے ہیں۔

لکھیے، لکھتے رہیے، ہو سکتا ہے آپ ایک تحریک بن جائیں جس سے کچھ لوگوں کو اپنے آرزوں کی تکمیل کا موقعہ ملے، کسی سوال کا جواب بن جائیں اور آپ کی تحریر سے تاریکیاں چھٹیں اور آپ ایک منارۂ نور ثابت ہوں۔

ابھی سے پاؤں کے چھالے نہ دیکھو
ابھی یارو سفر کی ابتدا ہے

(بقلم: جنید یوسف)

# رمضان کا استقبال کیسے کریں؟

یاسر اسعد

(شعبۂ عربی زبان وادب، بی اے)

ہر سلیم الفطرت انسان اپنی ذات کی اصلاح کے لیے ہمہ وقت غور وفکر میں رہتا ہے، اگر وہ برائیوں میں لت پت بھی ہو تو اس کے دل میں بھلائی اور نیک کام کرنے کی تڑپ موجود رہتی ہے، اور یہی شعور واحساس اسے دوبارہ زندگی عطا کرتا ہے، ویسے تو گناہوں سے توبہ اور نیکی کی توفیق انسان کو کبھی بھی ہو سکتی ہے، مگر اللہ رب العزت نے انسانوں پر اپنی رحمت کے دروازے وا کرتے ہوئے بہت سارے اوقات یا مواقع متعین فرمائے ہیں جن میں نفس پر شیطان کا غلبہ باقی نہیں رہ جاتا، یا پھر ان فرصتوں میں کیے جانے والے اعمال کے ثواب بے انتہا بڑھا دیے جاتے ہیں۔ چند دنوں میں ہم پر سایہ فگن ہونے والا ماہ مبارک رمضان بھی اللہ کی انہی نعمتوں میں سے ایک ہے۔

مسند احمد اور سنن ابن ماجہ کی ایک صحیح حدیث کے اندر ذکر ہے کہ عہد نبوی میں ایک مرتبہ دو شخص مشرف بہ اسلام ہوئے، پہلا شخص کافی عابد وزاہد تھا، اس کی شہادت ہوگئی، سال بھر بعد دوسرے شخص کا بھی انتقال ہوگیا۔ راوی حدیث حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے خواب میں دوسرے شخص کو پہلے شخص سے قبل جنت میں داخل ہوتے دیکھا، مجھے تعجب ہوا کہ عابد وزاہد اور شہید کی بہ نسبت دوسرے شخص کو یہ فضیلت کیسے حاصل ہوئی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا: "کیا یہ (دوسرا شخص) ایک سال مزید زندہ نہیں رہا؟ پس اس نے (ایک) رمضان (مزید) پایا تو اس کے روزے رکھے، اور سال بھر میں اتنی نمازیں بھی پڑھیں، تو اس کی وجہ سے دونوں کے مابین زمین وآسمان سے بھی زیادہ فاصلہ ہے۔"

لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں امسال رمضان کی دولت نصیب ہونا بذات خود ایک نعمت ہے، ورنہ ہمارے کتنے اعزہ واقارب اس سے قبل ہی اللہ کے حضور حاضر ہو چکے اور انہیں یہ فرصت نہیں ملی، پس نعمت کی عظمت کے بقدر اس کا احساس کرتے ہوئے ہمیں اس موقع کو حد درجہ غنیمت سمجھنا چاہیے، اور اللہ رب العزت

کا شکر بجالانا چاہیے۔

رمضان کی برکات سے محظوظ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی آمد سے قبل ہی ہم اسے گزارنے کے لیے ایک ٹائم ٹیبل تیار کرلیں، جس میں روز مرہ کے ضروری کام نپٹانے کے بعد بقیہ اوقات اطاعت کے کاموں کے لیے رکھیں، کیونکہ بغیر وقت کی منصوبہ بندی کے یہ قیمتی اوقات یونہی گزر جاتے ہیں اور ان سے کما حقہ استفادہ نہیں ہو پاتا۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت کی بددعا پر آمین کہا جو رمضان کو پانے کے باوجود رب سے اپنی بخشش اور مغفرت نہیں کرا سکا۔

ہم میں سے اکثر لوگ نافرمانی کے کسی نہ کسی کام سے اس قدر متعلق ہیں کہ اس کا چھوڑنا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے، رمضان میں اگر اسے ترک بھی کرتے ہیں تو عید کے بعد دوبارہ اس میں ملوث ہو جاتے ہیں، حالانکہ اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ رمضان محض برائیوں سے بچنے کا مہینہ نہیں، بلکہ اس کی فرضیت ایک تربیتی کورس کی حیثیت رکھتی ہے جس میں ایک ماہ کی ٹریننگ لیتے ہوئے بقیہ گیارہ ماہ اسی کو نافذ کرنا ہوتا ہے، پس جس برائی کے کام میں آپ ملوث ہیں اس سے چھٹکارے کے لیے اس ایک ماہ کی تربیت کو غنیمت سمجھیں، اور بہ تدریج اس برائی سے کلی چھٹکارا پائیں۔ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ہمارے دین کے اندر وقتی توبہ کا کوئی تصور نہیں، بلکہ اللہ کی جناب میں حقیقی توبہ ہی وہی ہے جس میں غلط کام پر ندامت ہونے کے ساتھ مستقبل میں اس کے نہ کرنے کا عزم مصمم ہو، بصورت دیگر یہ مفید نہیں۔

رمضان میں وقت کی قدر بے انتہا ضروری ہے، پس اس کے لیے دنیاوی امور و معاملات میں کمی کرکے زیادہ حصہ خیر کے کاموں میں صرف کرنا چاہیے۔ رمضان کے معاً بعد عید ہوتی ہے، اس کے لیے خریداری رمضان سے قبل ہی کرلیں، کھانے پینے کی چیزوں کا انتظام بھی پہلے سے کرلیں، اور اس سلسلے میں فضول خرچی سے پرہیز کریں۔ ہمارے معاشرے میں عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ رمضان کو بھوک و پیاس کی برداشت کے بجائے شکم سیری اور کھانے پینے میں بے انتہا اسراف کا مہینہ سمجھا جاتا ہے، کھانے پینے کا بجٹ بڑھ جاتا ہے، انواع واقسام کی ڈشوں کے چرچے رہتے ہیں، حالت روزہ میں بھی گفتگو کا محور اشیائے خورد ونوش ہی ہوتی ہیں، شب قدر میں عبادتوں کے بجائے لوگ کھانے پینے کے فراق میں مسجد مسجد کا چکر لگاتے ہیں، مسجدوں میں کھانے پکائے جاتے

ہیں، شور و غل کا ماحول ہوتا ہے، گندگیاں پھیلتی ہیں، حقیقت کی رو سے یہ رمضان مبارک اور مساجد کی ناقدری کے ساتھ ان کا استہزا اور مذاق بھی ہے، جس پر ہمارے علماء و خطباء کو سنجیدگی سے تنبیہ کرنا چاہیے۔

عبادات کی انجام دہی میں تنوع کا خیال رکھنا چاہیے، صرف قراءت قرآن اور نماز پر انحصار کر کے دوسرے امور سے صرف نظر مناسب نہیں ہے۔ صدقہ و خیرات، وعظ و نصیحت، افطار کرانا، مسجد کی صفائی ستھرائی، لوگوں کی مدد کرنا یہ سب بھی نیک اعمال ہیں جن کے اجر و ثواب میں رمضان اضافہ کرتا ہے۔ ساتھ ہی جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑے سے پرہیز بھی نیکی کا کام ہے جس پر بدرجہ اولیٰ عمل پیرا ہونا چاہیے۔ افسوس کہ اس معاملے میں بھی سماج کا رویہ برعکس ہے، رمضان کی آمد ہوتے ہی جابجا روزہ داروں کی مار پیٹ اور گالم گلوچ کے واقعے بڑھ جاتے ہیں، ہمیں اس حدیث نبوی کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے جس کے اندر کہا گیا ہے کہ اللہ کو ایسے شخص کے روزے کی کوئی ضرورت نہیں جو جھوٹی بات یا جھوٹے عمل کو نہ چھوڑ سکے۔ علماء لکھتے ہیں کہ ایسے شخص کے روزے کے اللہ کے یہاں نہ قبول ہونے کا امکان ہے۔ پس اس کی یہ محنت و مشقت اکارت جائے گی۔

رمضان میں انجام دی جانے والی متعدد عبادات میں دعا کرنا بھی ہے، اور یہ دعا افطاری یا سحری کے وقت ہو تو اس کی قبولیت کا امکان مزید بڑھ جاتا ہے، اسی طرح مختلف ذکر و اذکار قرآن و سنت میں وارد ہوئے ہیں جو بظاہر مختصر ہیں مگر ان کے اجر و ثواب بہت زیادہ ہیں، ان کو پابندی سے پڑھنا چاہیے۔

آخر میں مکرر عرض ہے کہ رمضان کا استقبال اس نیت سے کریں کہ اس میں اپنے اندر رونما ہونے والی تبدیلی کو وقتی نہیں بلکہ دائمی بنائیں گے، اور عید الفطر کے بعد بھی روحانیت اور خیر و برکت کا وہ سلسلہ، کم مقدار میں ہی سہی، مگر جاری رہے گا، اللہ رب العزت ہمیں اس ماہ مبارک تک بخیر و سلامتی پہنچائے اور اس سے حتی الامکان مستفید فرمائے۔ آمین۔

# حافظ محمد الیاس رحمہ اللہ

## کچھ یادیں کچھ باتیں

حسان ابو المکرم
(شعبۂ اسلامیات، ایم اے)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا، أما بعد!

قال الله تعالى:﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا﴾

(سورة آل عمران ١٤٥)

ایک انسان کے لیے یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ایام کو نیک اور بامقصد بنائے، دین کی خدمت اور اس کی نشر و اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے، قرآن و سنت کی دعوت اور اس کو سیکھنے سکھانے میں زندگی کا بیشتر حصہ اسی میں صرف کر دے، یہ چیز توفیق الٰہی نیز پروردگار کے فضل و کرم کے بعد انسان کی محنت اور صبر و تحمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔وأن الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء۔

بروز بدھ ۹ فروری ۲۰۲۲ء کو استاد محترم شیخ حافظ **محمد الیاس بن عبد القادر** رحمہ اللہ کی خبر وفات سن کر عجیب سی کیفیت ہو گئی۔ رحمه الله تعالى رحمة واسعة وأسكنه فسيح جناته۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ موت ہر ایک کو آنی ہے مگر کچھ لوگوں کی موت سے ایک خلا پیدا ہو جاتی ہے اور یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک خواب تھا، ان کے موت کی خبر ناقابل یقین سی لگتی ہے اور نہ جانے کیوں ایسے مواقع پر کچھ کہنے سننے کی سکت باقی نہیں رہ جاتی۔

استاد محترم رحمہ اللہ مسلسل کئی ماہ سے مختلف بیماریوں سے گھرے تھے اور اس دوران بھی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیے۔

خاموش مزاجی، خیر خواہی، شہرت سے دوری، خاکساری، نرمی، یہ سب موصوف رحمہ اللہ کی نمایاں

صفات ہیں، جس جگہ، یا جس منصب پہ تھے چاہتے تو اپنے آپ کو شہرت کا ایک نمودار ستارہ بنا لیتے؛ مگر تواضع اور انکساری کا عالم یہ تھا کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے امام اور پڑوسی ہونے کے باوجود بلا ضرورت ان سب چیزوں کا ذکر کرنے سے گریز کرتے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد تقریباً سال بھر شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے مکان میں تھے ان کے ساتھ علمی تعاون بھی کرتے تھے اس کے باوجود شیخ ابن باز رحمہ اللہ حافظ صاحب کو امامت کے لیے آگے بڑھاتے، حافظ صاحب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے کئی بار کوشش کیا کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کو امامت کے لئے مقدم کروں مگر ابن باز رحمہ اللہ سختی سے منع کر دیتے کہ آپ اس مسجد کے متعین امام ہیں لہذا آپ ہی نماز پڑھائیں، بلکہ استاد محترم کے لیے یہ بھی شرف کی بات رہی کی ائمہ حرم اور نہ جانے کتنے علماء اور محدثین، شہزادے اور وزراء آپ کی اقتداء میں نماز ادا کیے (وكان فضل الله عليك عظيما)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی سیرت و سوانح کے مقالہ نگار آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں، بہت سی باتوں کی تصدیق کے لیے آپ کو مرجعی حیثیت سے دیکھتے ہیں، آپ رحمہ اللہ شیخ ابن باز کے کئی شاگردوں کے بھی استاذ قرآن و تجوید ہیں-

جامعہ ملک سعود کے ایک استاد ڈاکٹر تیسیر بن سعد اَبو حیمد حفظہ اللہ جو ابن باز رحمہ اللہ کے قریبی شاگردوں میں سے ایک ہیں، اور یہ بھی حافظ صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، حدیث اور علوم حدیث کے متخصص ہیں، آپ کی شاگردی میرے لئے شرف کی بات ہے، آج کل شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے کچھ علمی دروس کو کتابی شکل دینے میں مصروف ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ حافظ صاحب سے بڑی محبت کرتے تھے ان کو کئی معاملات میں مقدم رکھتے تھے ان کا احترام بھی کرتے تھے، اور حافظ صاحب رحمہ اللہ شیخ کے درس میں عبارت خوانی کا فریضہ انجام دیتے، مثلاً ریاض الصالحین اور بلوغ المرام وغیرہ، شاگردوں کی طرف سے جو سوالات آتے اسے پڑھ کر شیخ ابن باز رحمہ اللہ کو سناتے، اگر کوئی دوسرا شخص سوال پڑھتا تو شیخ ابن باز رحمہ اللہ منع کر دیتے اور کہتے کہ جو قاری (عبارت خواں) ہیں انہی کو سوالات کی پرچی دے دو۔

شہر ریاض کی ایک مسجد (جامع المدینہ) میں عصر تا عشاء (حلقات تحفیظ القرآن الکریم) کا سلسلہ چلتا

ہے جہاں پر مختلف مراحل کے اعتبار سے طلبا کے لئے حفظ قرآن نیز تجوید سیکھنے سکھانے کا انتظام کیا گیا ہے، حافظ صاحب سے اسی مسجد میں شاگردی کا موقع ملا، حفظ قرآن میں حافظ صاحب کے یہاں تساہل نہیں تھا نیز مراجعہ (آموختہ یا سبق پارہ) پر بھی دھیان دیتے تھے۔

اُس وقت آپ کے دو بیٹے خالد اور حامد بھی استاد تھے اور ان دونوں سے بھی الحمدللہ شاگردی کا موقع ملا، بقیہ تین بیٹے راشد، ماجد اور مساعد اس وقت حفظ کرتے تھے، یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ انسان اپنی اولاد کی دینی تربیت کرے اور انہیں صدقہ جاریہ بنادے۔

حافظ صاحب نیز ان کے دونوں بیٹوں سے شاگردی ۲۰۰۵ء سے پہلے کی ہے اور اب تک الحمدللہ حافظ صاحب اور ان کے بڑے بیٹے (خالد) حلقات تحفیظ القرآن سے منسلک ہیں۔

اب تک کا مشاہدہ ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ ریاض کی دینی پروگراموں میں کبھی بلا عذر غیر حاضری نہیں کیے بلکہ جس پروگرام میں کسی خاص مجبوری کے تحت شرکت نہ کرسکتے تو اس میں اپنے بیٹوں کو بھیج دیتے، حافظ صاحب کی آمد سے بڑے علمی فائدے ہوتے آپ کا انداز بیان نرالا ہوتا، افہام و تفہیم کا ملکہ تھا، بے جا تکلفات اور بھاری بھرکم جملوں سے پرہیز کرتے، دوسرے مقررین اور شرکاء کی حوصلہ افزائی کرتے، پروگرام کے اختتام پر کچھ دیر رکتے اور ملاقاتیں کرتے، خیر خیریت دریافت کرتے اس کے بعد واپسی کا رخت سفر باندھتے، اسٹیج پر بیٹھنے نیز اپنے آپ کو نمایاں یا ظاہر کرنے، دوسروں کو مرعوب کرنے سے کوسوں دور رہتے، بلکہ کچھ پروگرام میں شرکت کا موقع ملا اور چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد یہ احساس ہوا کہ شاید آج حافظ صاحب کی آمد نہیں ہوئی ہے، کیونکہ اسٹیج وغیرہ پر کہیں نہیں نظر آئے بعد میں پتہ چلتا کہ حافظ صاحب سامعین کے درمیان خاموشی سے بیٹھے ہیں اور یہی حال ان کے بیٹوں کا بھی ہے کہ اپنے آپ کو بارعب یا نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کیے۔ ولا نزكي على الله أحدا۔

۱۳/ اکتوبر ۲۰۲۱ء کو جس وقت میں ہندوستان میں تھا ان کے سب سے چھوٹے بیٹے مساعد نے میرے پاس میسج کیا کہ والد صاحب آپ کو یاد کررہے ہیں، اور پوچھ رہے ہیں کی بروقت کہاں پر ہو؟ چونکہ اس وقت بھی حافظ صاحب ہسپتال میں تھے اس لیے بات نہ ہوسکی البتہ مساعد سے کہہ دیا تھا کہ ابھی ہندوستان میں

ہوں مگر جلد آنے کی کوشش میں ہوں، جنوری میں الحمد اللہ ریاض پہنچنے کے بعد حافظ صاحب کے دوسرے بیٹے حامد کو میسج کیا کہ حافظ صاحب سے ملاقات کی تمنا ہے، مناسب دن اور وقت کی تعیین کر دیجئے تا کہ ملاقات ممکن ہو، شیخ حامد حفظہ اللہ نے اس وقت مثبت جواب دیا اور کہے کہ ان شاء اللہ میں آپ سے رابطہ کرتا ہوں، مگر کچھ ہی دن کے بعد حافظ صاحب کی طبیعت دوبارہ بگڑ گئی اور ان کو ہسپتال میں ایڈمٹ کرنا پڑا ایک عجیب سی بے چینی چھا گئی، دن بہ دن مرض بڑھتا گیا اور آخر میں (آئی سی یو) میں منتقل کر دیا گیا وہاں پر تقریبا(۱۲) دن تھے اور بالآخر وقت موعود آپہنچا اور بروز بدھ شام ۷ بج کر ۳۰منٹ پر (شاہ سلمان ہسپتال) میں حافظ صاحب کا انتقال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

کچھ دیر کے لئے اس خبر پر یقین نہیں ہوا اور لگا کہ افواہ پھیل گئی ہے مگر جب متواتر لوگوں نے اس خبر کو بھیجا تو یقین ہوا، آپ کی نماز جنازہ جمعہ کے بعد ریاض کی مشہور جامع مسجد (شہزادہ فہد بن محمد بن عبد الرحمن آل سعود) میں ادا کی گئی اور تدفین (منصوریہ) نامی قبرستان میں ہوئی۔

آپ نے اپنی زندگی کی ٦٦ / بہاریں دیکھی، بیوی اور ۵ / بچے ۴ / بچیاں چھوڑ گئے۔ اللہ تعالی ان سب کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔

حافظ صاحب دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں مگر آپ کی یادیں، آپ کے شاگرد، آپ کی علمی کاوشیں ، آپ کے بچے آپ کو زندہ رکھیں گے۔ ان شاء اللہ۔

آپ کے جنازے میں ایک کثیر تعداد نے شرکت کیا جس میں میں علمائے کرام کے ساتھ ساتھ آپ کے شاگرد اور آپ کے متعارفین بھی تھے۔

حافظ صاحب کی چند اہم علمی کاوشیں جو قابل ذکر ہیں:

- شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے دروس میں ۱۷ کتابوں کی عبارت خوانی، جو ایک ہزار سے زائد کیسٹوں میں ریکارڈ ہے۔
- امام دار قطنی کے ایک مخطوطہ کی تحقیق جس کا نام (عمرو بن عبيد المعتزلي عقيدته وكلامه في القرآن الكريم) ہے

- (سنن دارمی) کا ترجمہ نیز تخریج و تشریح
- مستند اسلامی وظائف
- (المسائل المهمة للشيخين ابن باز ومحمد صالح العثيمين رحمهما الله) کا اردو ترجمہ
- (الوسائل المفيدة للحياة السعيدة) کا اردو ترجمہ
- (حقوق الراعي والرعية) کا اردو ترجمہ
- مختلف موضوعات پر مقالات و مضامین۔

ذهب الذين يعاش في أكنافهم

# بیاد ڈاکٹر عبد العلی ازہری رحمۃ اللہ علیہ

**یاسر اسعد**

(شعبۂ عربی زبان وادب، بی اے)

رمضان ۲۰۲۱ء، وبا کے خوف ناک ایام میں جب روزانہ کسی نہ کسی کی وفات کی خبر ملتی تھی، خبر موصول ہوئی کہ حافظ عبد الحیٔ صاحب کا انتقال ہو گیا۔ ابتدا میں میرے کان خطا کر گئے اور مجھے لگا کہ ڈاکٹر عبد العلی ازہری صاحب نے جام اجل نوش کیا، انا للہ کا ورد کر کے میں نے دوبارہ تصدیق چاہی تو حافظ عبد الحیٔ صاحب کی خبر زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوئی کیونکہ ان کی بستی لندن جتنی دور نہیں بستی تھی، بلکہ ہمارے محلے کے قریب میں رہتے تھے، خوش اخلاق، ان چنندہ لوگوں میں سے تھے جو دادا جان سے ہر ہفتے ملنے آیا کرتے تھے۔ اتوار کے دن ان کی آمد معروف تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ اطلاع دادا جان کو ملی تو کچھ دیر کے لیے ان کا ذہن ماؤف ہو گیا اور ان سے کھانا نہ کھایا گیا۔ ان کی بیماری کی مدت ہفتہ عشرہ سے متجاوز نہیں تھی، اور ہم لوگ جان بھی نہیں پائے تھے، اچانک موت کی اطلاع زیادہ سوگوار کر گئی۔ رحمه الله وغفر له۔

چند ماہ گزرے تھے کہ اکتوبر ۲۰۲۱ء ڈاکٹر عبد العلی ازہری کی علالت کی اطلاع ملی اور پتہ چلا کہ داخل ہسپتال ہیں، مئو کی مسجدوں میں صحت کے لیے دعا کی درخواست کی گئی ہے، اگلے روز ان کے بھتیجے کا میسج واٹس ایپ گروپ میں پہنچا جس میں دعائے صحت کے لیے التماس تھا۔ اور اسی روز مغرب بعد فیس بک اسکرول کرتے ہوئے جناب مولانا شیر خان جمیل احمد عمری صاحب کی دو منٹ قبل شیئر کردہ پوسٹ نظر سے گزری تو التباس ہو گیا، کئی بار خبر پڑھی اور دل رنج والم سے بھر گیا کہ ڈاکٹر صاحب بھی نہیں رہے۔ جس فرد تک بھی یہ خبر پہنچی وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہ گیا، اس ساعت کو دل نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، مگر ہمارا انکار قدرت کے فیصلوں کے سامنے کیا وقعت رکھتا ہے۔إنا لله وإنا إليه راجعون۔ رحمه الله وغفرله وأسكنه فسيح جناته يا أرحم الراحمين۔

سچ تو یہ ہے کہ انتقال کو طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی دل ابھی تک افسردہ ہے۔ گو کہ ان سے

بہت زیادہ ملاقاتیں نہیں تھیں، کئی سال بیت چکے تھے، مگر وفات کی خبر؟؟؟ یہاں تو ہر آدمی کسی شناسا سے یہی سوچ کر رخصت ہوتا ہے کہ پھر ملیں گے گر خدالایا۔ لیکن اس وقت کی کیفیت اور ہوتی ہے جب اسے یہ پتا چلتا ہے کہ اس کی محبوب ہستی سے ملاقات حشر تک موقوف ہو چکی ہے۔ پھر جنازے اور تدفین میں شرکت سے محرومی دل کو مزید کچوکے لگاتی ہے اور امید و بیم کی عجیب کیفیت میں ڈال دیتی ہے۔

سر شام میں نے اپنے حافظے کو ٹٹولنا شروع کر دیا کہ ڈاکٹر صاحب سے متعلق کیا کیا یادیں اس میں بسیرا کیے ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے تقریباً آٹھ برس قبل کا وہ منظر آنکھوں میں گھوم گیا جب ڈاکٹر صاحب بنارس تشریف لائے تھے، اور چند دن غریب خانے پر آپ کا قیام بھی رہا۔ جب ان کی آمد کی اطلاع ملی تو خوشی کے ساتھ ڈر بھی لگا کہ وہ لندن کے رہنے والے، ان کے معمولات اور رکھ رکھاؤ اونچے، اور کہاں ہم، من آنم کہ من دانم۔ پھر ڈاکٹر صاحب آ گئے، تقریباً ایک ہفتہ رہے، غالباً مشکاۃ المصابیح پر کوئی کام کر رہے تھے، والد محترم نے اپنا کمرہ ان کے سپرد کر دیا جس میں وہ یکسو ہو کر تحقیق میں مشغول رہتے۔ کھانے پر ہم سب گھر والوں کے ساتھ بیٹھتے، شام کی چائے بھی ساتھ ہوتی اور اس دوران ان کی گفتگو اور بذلہ سنجیاں، اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اس کی۔

گاہے بہ گاہے ہم دونوں بھائی ان سے استفادہ بھی کرتے رہتے، وہ ہمیشہ پڑھنے پر ابھارتے تھے، اور پڑھنے کا تصور ان کے نزدیک محدود نہیں تھا، وہ خود اس کی وسعتوں سے آشنا تھے، بحر علم کے غواص تھے، اس کے پیچھے تین براعظم سر کیے تھے، خوب جانتے تھے کہ علم کی حدود لامحدود ہیں اس لیے کہتے تھے کہ سب پڑھو، اور اتنا پڑھو کہ پر اعتماد ہو جاؤ، اعتماد کی انہوں نے مولانا عبد الرؤف رحمانی کی 'العلم والعلماء' سے ایک مثال دی تھی، اس طالب علم کی مثال جو رات کی تنہائی میں مطالعہ میں غرق ہوتا، کتاب ہاتھ میں لے کر پڑھتا اور بولتا کہ مولف نے یہ کہا ہے، محشی نے یہ کہا ہے اور میں یہ کہتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب اسی اعتماد کی تلقین اپنے خوشہ چینوں کو بھی کرتے۔ یہ بھی یاد ہے کہ مطالعہ سے متعلق گفتگو میں آپ نے امام ابن تیمیہ اور امام ابن القیم کی کتابیں پڑھنے کی طرف توجہ دلائی تھی، اور کہا تھا کہ امام ابن تیمیہ کا اسلوب تحریر تو پیچیدہ ہے، البتہ امام ابن قیم کے اندر حسن تالیف و ترتیب کا ملکہ بہت شاندار ہے۔ خصوصاً کسی موضوع کی شقیں نکالنے میں وہ ماہر ہیں۔ ان کی باتوں سے مطالعاتی جذبے کو کافی تحریک ملی۔ رخصتی سے قبل رات میں دیر تک باتیں چلیں، زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے اور پڑھنے کی رغبت دلائی، اور اس سلسلے میں تنوع برتنے کو بھی کہا۔ پھر آپ چلے گئے۔

حافظہ نے ایک وقت اور سامنے کر دیا۔ جب ڈاکٹر صاحب کو بنارس سے مئو جانا تھا، سامان زیادہ تھا جس کے سبب مجھے رفاقت کا شرف ملا۔ صبح انٹر سٹی سے یہ سفر طے ہوا۔ اس سفر میں کافی دیر تک ان کے بارے میں پوچھتا رہا، وہ بتاتے رہے، اپنی ابتدائی تعلیم کی بابت بتایا، مولانا نذیر احمد رحمانی کا تذکرہ ہوا، بعد میں مجھے سخت افسوس ہوا کہ انٹرویو کے لیے پہلے سے سوالات تیار کر کے مع کاغذ و قلم آنا چاہیے تھا، آج حافظہ اتنا بے ایمان ثابت ہوا کہ چند ایک باتوں کے سوا سب محو ہو گیا ہے۔

جنازے سے متعلق اگلے روز تک کوئی اطلاع نہیں تھی، کئی بار سوچا مولانا شیر خاں صاحب کو میسج کر کے دریافت کروں، مگر ہمت نہ جٹا پایا، اس کے اگلے روز جنازے کی خبر آئی، اسی رات مئو کی متعدد مسجدوں میں نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی۔ اسی دن میں بنارس سے مئو آیا، راستہ آپ کی تحریریں پڑھتے اور تقریریں سنتے گذرا۔ اسی اثناء میں فیس بک کھولا تو محترم شیر خاں صاحب نے آپ کی آخری تصویر اور قبر کی تصویر شیئر کی تھی۔ نہ جانے کیوں تصویر دیکھ کر ضبط نہ ہو سکا، مسافروں کی گھورتی نگاہوں سے بچنے کے لیے دروازے کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور چند قطرے آنکھوں سے ڈھلک آئے۔ ٹرین آدھے گھنٹے تاخیر سے پہنچی، اور میں جنازے میں شرکت سے محروم رہ گیا۔

ڈاکٹر صاحب سے ہماری خاندانی نسبت بھی ہے۔ آپ ہماری دادی ونانی کے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ کی شخصیت میں ملنساری کا عنصر زیادہ تھا، آپ کی باتیں مرعوب کرنے کے بجائے ان سے بے تکلف کرتی تھیں، جب بھی ملتے تپاک سے ملتے، اتنے بڑے آدمی، تین براعظموں تک جن کی خدمات کا دائرہ وسیع، برطانوی شہریت یافتہ، مگر جب بھی مئو آتے، بود وباش کے لحاظ سے کسی امتیاز کی کوشش نہ فرماتے، جمعہ کے خطبے دیتے، دینی وسماجی پروگراموں میں شریک ہوتے، رشتے داروں کے یہاں جاتے، دادا سے ضرور ملنے آتے اور تحفے بھی لاتے، جب برطانیہ میں ہوتے تو تقریباً ہر مہینے فون کرتے، جب ہم دادا کو زیادہ دیر تک فون پر مصروف دیکھتے تو سمجھ جاتے کہ کس کا فون ہے۔

وفات کے بعد استاذ محترم مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی صاحب اور دیگر شخصیات نے سوشل میڈیا پر مضامین وتبصروں کی شکل میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا، میں نے افکار عالیہ کی ویب سائٹ سے ازہری صاحب مرحوم کے بیشتر مضامین پی ڈی ایف میں اکٹھا کیے تھے، استاذ محترم کو انہیں بھیجا، پھر تفصیل سے ڈاکٹر صاحب

کے بارے میں بھی گفتگو ہوئی اور آپ نے بڑی نادر معلومات دیں، ساتھ ہی کہا کہ محدث میں ان کے کئی مضامین شائع ہوئے ہیں،، تحریر میں شوخی اور سادگی بھی ہے، خواہ مخواہ کی علمیت نہ باتوں میں، نہ تحریر میں اور نہ مجلسوں میں بگھارتے تھے۔ میں تو ایک زمانے سے ان کا فین تھا۔

استاذ محترم نے فون پر بات چیت میں توجہ دلائی کہ ان کی سوانح اور علمی خدمات پر کام ہونا چاہیے۔ آپ نے ان کی کئی ایک کتابوں کا ذکر کیا، عروہ بن رذینہ کی حیات وشاعری پر عربی میں چار پانچ سو صفحے پر محیط ان کی کتاب جامعہ سلفیہ سے شائع ہو چکی ہے۔

علمی خدمات کے حوالے سے ہماری واقفیت پرانے کاموں تک محدود ہے۔ لندن میں رہ کر آپ کی مشغولیات کیا تھیں، علمی خدمات کیا رہیں، تحقیق وترجمہ کا کیا کیا کام آپ کے بدست انجام پایا، یہ سب باتیں وہی لکھ سکتے ہیں جو وہاں قیام پذیر ہیں یا مسلسل ڈاکٹر صاحب کے رابطہ میں رہے۔

ازہری مثلث کے وفات پاچکے دونوں زاویے علم و عمل میں اپنی مثال آپ تھے، حقیقی معنوں میں علم کا بیڑہ اٹھائے ہوئے تھے، ان کے جانے سے صرف ان کا علم رخصت نہیں ہوا، بلکہ ساتھ ہی ان کی سیرت وکردار کے لولوئے آب دار بھی چلے گئے، وہ تواضع اور فروتنی بھی رخصت ہوگئی جو علماء کا نشان امتیاز تھی، وہ خوردوں کی حوصلہ افزائی، رجال سازی بھی چلی گئی، علم اور علماء کے جانے سے ان کے اخلاق حمیدہ بھی رخت سفر باندھ لیتے ہیں اور روئے زمین کا حال یہی ہوتا ہے کہ

ذهب الذين يعاش في أكنافهم
بقي الذين حياتهم لا تنفع

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

# الإلحاد وأسباب انتشاره

حسّان أبو المكرم
(قسم الدراسات الإسلامية، الماجستير)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد.

فقد قال الله تعالى: ﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ* وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: " ثلاثٌ مُهلِكاتٌ، وثلاثٌ مُنجِياتٌ، فقال: ثلاثٌ مُهلِكاتٌ: شُحٌّ مُطاعٌ، وهوًى مُتَّبَعٌ، وإعجابُ المرءِ بنفسِه . وثلاثٌ مُنجِياتٌ: خشيةُ اللهِ في السرِّ والعلانيةِ، والقصدُ في الفقرِ والغِنى، والعدلُ في الغضبِ والرِّضا"[1]

من هذه المذاهب الفكرية المعاصرة مذهب (الإلحاد) والتي ترجع أصولها إلى العقل والنظريات وغير ذلك، وقد انتشرت بكثرة في أنحاء العالم وما زال انتشارها يزداد يوماً فيوماً لأسباب عديدة سنحاول أن نذكر بعضاً منها على سبيل المثال مع مراعاة الاختصار.

ليس هذا فحسب، بل هناك مراكز خاصة لنشر الفكر الإلحادي وتوعية المجتمع لها، ويحاولون أن يدسوا السم في العسل، وقد دخلت هذه النزعة في كثير من شبابنا واغتروا بهذا الفكر المدمر، فنسأل الله السلامة لنا ولهم ولجميع المسلمين.

---

(١) حسنه الألباني في السلسلة ١٨٠٢

وهذه حقيقة مؤلمة عندما نرى شبابنا يخوضون ويجادلون في موضوع الإلحاد دون علم أو خلفية، فنرى أنهم يقتنعون لتلك الأساليب والأفكار التي تطرح عليهم، إما عن علم غير مقتنع أو اغتراراً بكلامهم أو حباً لهم وإعجاباً لشخصياتهم وتماشياً مع العصر الراهن، بل الأغرب من هذا أن هناك بعض الشخصيات دخلت في فكرة الإلحاد تدريجياً دون أدنى شعور بذلك، ولم يستطيعوا أن يخرجوا منها، بل تعصبوا لها وأيدوها بكل قوة ووافقوهم، والله المستعان.

وسنتناول في هذا المقال نبذة مختصرة عن سبب نشأة هذه الفكرة وأسباب انتشار الإلحاد، وبعض الأساليب التي استخدموها، ثم بعد ذلك سأذكر بعض الكتب التي تتعلق حول الرد على شبه الملاحدة والإلحاد، وكذلك بعض المواقع الالكترونية التي تهتم بهذا الجانب وتعالج مشاكل الإلحاد وقضاياه.

وقد ركزت على الاختصار دون الدخول في التفاصيل والتفريعات، حتى إني ذكرت بعض الأمور على شكل نقاط، فإن خير الكلام ما قل ودل.

**والهدف** من ذلك هو الاطلاع على أسباب نشأة فكرة الإلحاد ومعرفة أسباب انتشار الإلحاد وكتب الرد على شبههم ومعتقداتهم الباطلة، وكذلك جولة معرفية لبعض المواقع التي تهتم بهذا الشأن، ليكن طالب العلم على حذر منهم ويحتاط من أفكارهم ومعتقداتهم، ويستطيع التمييز بين الصحيح والفاسد، لأن هذه الفكرة أخذت مسارها السريع في نشر ثقافتها في جميع أنحاء الأرض، بل سمتها بأسماء يغتر بها الشباب، وتكون موافقة لمتطلباتهم وأفكارهم، نسأل الله السلامة من الزيغ والضلال.

**تعريف الإلحاد لغة واصطلاحاً:**

الإلحاد لغة: الميل والانحراف.

شرعاً: الميل عما يجب اعتقاده أو عمله.[١]

المراد بالإلحاد هو: "مذهب فلسفي يقوم على فكرة عدمية أساسها إنكار وجود الله الخالق سبحانه وتعالى:

- فيدّعي الملحدون بأن الكون وجد بلا خالق
- أن المادة أزلية أبدية وهي الخالق والمخلوق في الوقت نفسه.

ومما لا شك فيه أن كثيراً من دول العالم الغربي والشرقي تعاني من نزعة إلحادية عارمة جسدتها الشيوعية المنهارة والعلمانية المخادعة"[٢].

و"قد أصبح الإلحاد هو الدين الرسمي المنصوص عليه في كل دساتير البلدان الأوروبية والامريكية، ويعبر عن ذلك بالعلمانية تارة، واللا دينية تارة أخرى، وكل ذلك يعني الإلحاد والكفر بالله.

وفي الشرق تقوم أكبر دولة على الإلحاد وهي الدولة الروسية، التي تحمل العقيدة الشيوعية التي من بنودها رفض الغيب كله، والقول بأن الحياة مادة فقط، وأن صراع الإنسان في هذه الحياة إنما هو من أجل العيش والبقاء فقط." [٣]

## سبب نشأة فكرة الإلحاد:

الحقيقة أن لسبب نشأة فكرة الإلحاد تاريخ كبير، يحتاج إلى ذكر التفاصيل

---

(١) انظر مذكرة لمقرر ٣٢٨ سلم ص١١، لكلية التربية بجامعة الملك سعود، الرياض

(٢) الموسوعة الميسرة في المذاهب والأديان المعاصرة ج٢ ص٨٠٣

(٣) الإلحاد أسباب هذه الظاهرة وطرق علاجها ٦-٧

الدقيقة حول هذا الموضوع، ولكن باختصار يمكن أن نقول إن من أهم الأسباب لظهور فكرة الإلحاد الرد على سلوكيات رجال الكنيسة، والسيطرة عليهم والتجنب من طغيانهم وظلمهم، ومما لا ريب فيه أن "هذه فكرة شيطانية باطلة لا يقبلها عقل ولا منطق، غذاها اليهود لتحطيم حضارات وأديان العالم كله، لإقامة حكمهم في الأرض كلها كما دونوه في كتبهم."[١]

"لذا فلم يكن الإلحاد ظاهرة جماعية على امتداد التاريخ الإنساني، وإنما كانت نزعات شاذة من قبل اليهود حتى تقتضي به على جميع الأديان ليسهل عليهم بعد ذلك إقامة دولة اليهود الكبرى التي يحلمون بها".[٢]

يقول الدكتور أبو زيد مكي في كتابه (دلائل الربوبية): "أن أبرز أسباب ظهور الإلحاد في أوروبا خمسة:

١- الديانة النصرانية المنفردة في عقيدتها وشريعتها، لأنها عقيدة غير مقبولة عقلاً وفطرة، كالقول بألوهية المسيح وعقيدة التثليث، ولأنها تشتمل على شريعة مليئة بالأسرار والرموز غير المقنعة ولا محققة لصلاح الدنيا والدين كسر التعميد وسر الاعتراف، ليس هذا فحسب بل فيها عبادة الصور والتماثيل وفيها نظام الرهبانية والعزوبة والتجرد والتعذيب الجنوني وتحريم الطيبات وغير ذلك.

٢- طغيان رجال الكنيسة المبغض في رجال الدين في مجالات شتى كالتعبدية والعلمية وفرض الوساطة بينهم وبين الله، وكذلك فرض العشور والسخرة والخضوع

---

(١) المذاهب الفكرية المعاصرة ودورها في المجتمعات وموقف المسلم منها ١٠٠٣

(٢) المرجع السابق بتصرف يسير ١٠٠٥

المذل.

٣- حدوث الصراع بين الدين الكنسي والكشوف العلمية، وذلك لأمرين:

-أن خرافات الكنيسة هي وحي من الله، فإذا بطلت الوحي بطل الإيمان بالله.

-التفسير الديني عموماً لظواهر الطبيعة قائم على التدخل المباشر من الله لها، فإذا عرفوا القانون قالوا بان الطبيعة تحكم نفسها بنفسها.

٤- دور اليهود في نشر الإلحاد، لأن العداوة بين اليهود والنصارى مزمنة، وكانت الكنيسة أيام سيطرتها تضطهد اليهود بسبب فسادهم وإفسادهم.

٥- غياب الأمة الإسلامية عن بيان الدين الإسلامي.[1]

وكذلك من الأسباب أيضاً "المناداة بإطلاق الحريات للناس: الحريات الشخصية وحرية الكلمة وحرية التصوف وحرية التدين وحرية الاقتصاد وحرية الفكر وغير ذلك."[2]

## مراحل نشأة الإلحاد:

يرى بعض الباحثين أن هناك سبعة مراحل لنشأة الإلحاد:

١- مرحلة طغيان الكنيسة العلمي وانتصارها على الكشوفات العلمية، ولذا قاموا بتحريف حقائق الوحي الإلهي وخطلها بنظريات البشر، وقاموا بإدخال تلك النظريات ضمن العقيدة النصرانية.

---

(١) انظر دلائل الربوبية ١٥٠-١٥٩ للدكتور أبو زيد بن محمد مكي

(٢) المذاهب الفكرية المعاصرة ودورها في المجتمعات وموقف المسلم منها ١٠٠٥

٢- مرحلة تقسيم مجالات المعرفة بين رجال الكنيسة وأصحاب الكشوف العلمية، وتوصف هذه المرحلة بتقديس العقل واستقلاله بالمعرفة مع بقاء الوحي في مجاله

٣- مرحلة انتصار أصحاب الكشوف العلمية على رجال الكنيسة، فكان أبرز ما في هذه المرحلة: جعل العلم ميزاناً للكتب المقدسة لديهم

٤- مرحلة الإلحاد الربوبي:

وخلاصة قولهم: يوجد رب لكن انتهت علاقته بالكون

٥- مرحلة تأليه الإنسان:

وهذه المرحلة هي مرحلة: الإنسان هو الإله وهو المعبود

٦- مرحلة الديانة الإنسانية:

هذه المرحلة هي مرحلة: لابد من دين، فوضعوا الديانة الإنسانية

٧- مرحلة الإلحاد الجديد:

وهي أفكار طرحتها مجموعة من الكتّاب الملاحدة، وعرفت هذه المجموعة بمهاجمتها الدين والإله والمناهج الدينية ونبذ الدين عموماً والإسلام خصوصاً.[١]

## أسباب انتشار الإلحاد:

هناك أسباب كثيرة لنشر الإلحاد يصعب حصرها في هذه العجالة، لكن نحاول أن نذكر بعضاً منها على شكل نقاط:

- الكنيسة الأوروبية

(١) انظر دلائل الربوبية ١٦٠-١٦٩ للدكتور أبو زيد بن محمد مكي

- مظالم العالم الرأسمالي
- ظهور المذاهب الاقتصادية الإلحادية
- اقتران الإلحادية بالقوة المادية
- هزيمة العالم الإسلامي أمام الهجمة الأوروبية
- الحياة الجديدة ومباهج الحضارة والتلذذ بالحياة
- دوامة الحياة[١]
- المخترعات التي قامت على أساسه
- توسيع دائرة معارف الناس بالكون
- الاعتماد على العقل
- التقابل بين العلم الطبيعي والدين[٢]
- إبعاد المسلمين عن دين الإسلام
- حب الشهوات
- النظريات العلمية[٣]
- هيمنة الغرب
- التناقض الشديد بين الذي ورثوه والعلم التجريبي
- الخوض في مسائل الغيبيات

---

(١) مقتبس بتصرف من كتاب الإلحاد أسباب هذه الظاهرة وطرق علاجها ٨-١٧

(٢) الفيزياء ووجود الخالق، للدكتور جعفر شيخ إدريس

(٣) دلائل الربوبية ١٦٨-١٧٩

- التعصب للنظريات العلمية
- التناقض في فكرة الألوهية
- القواعد الفكرية التي أصلّت واحترمت
- كثرة الحروب والمآسي التي حدثت في التاريخ
- اتباع طرق خداعة ووسائل مغرية
- التناقض بين الإيمان وحقائق العلم الطبيعي
- التناقض بين فكرة الخلق وفكر الأسباب
- نشر ودراسة هذه النظريات الإلحادية[1] وغير ذلك من الأسباب...

**خلاصة البحث:**

الإلحاد بجميع أقسامه ومراحله خطر على المسلمين، وبدأ ينتشر بسرعة فائقة لا يمكن تصورها، بأساليب متنوعة ومجالات مختلفة حتى يتمسك بها الفرد ويتعصب لها دون شعور، ثم إذا استقر أصوله ومعتقداته وارتسخت أفكاره تعصب لها ودافع عنها ونشرها، وهو يشعر أنه في قمة الحرية وقمة السعادة، وكأنه أخذ حظاً وافراً من دنياه.

ولذا نجد أنهم قد ركزوا على أهم الوسائل التي تكون عونًا لهم في نشر دعوتهم، كالكتب الإلحادية والروايات، ومواقع التواصل الاجتماعي، والمقالات المزخرفة بالأقوال، والإعلام الجديد والمواقع الالكترونية، وكذلك اللقاءات المباشرة والجلسات الحوارية الخاصة، والأفلام والمسلسلات أيضًا وغير ذلك من الوسائل المستجدة.

---

(١) انظر المذكرة لمقرر ٣٢٨ سلم، لكلية التربية بجامعة الملك سعود، الرياض

فالكتب الإلحادية والروايات وخصوصاً الروايات المغرية والماجنة تثقف الشك وتهدم العقيدة وتثير الغرائز، وكذلك القنوات الفضائية ومواقع الانترنت والإعلام الجديد والافلام وغير ذلك كلها تعرض مفاهيم الإلحاد بكل وضوح وتمجد دعاتها وتنشر الرذائل وتعدم الفضائل، فنرى الانحطاط الأخلاقي في المجتمع والتفتح والسخرية بالدين وعلماء الدين واستحقارهم واستخفافهم واتهامهم بالرجعية والتدخل على حريات الناس.

لذا ينبغي أن يكون طالب العلم على حذر تام منهم قبل أن يصاب بالقلق والاضطراب والصراع النفسي والأنانية، ويفقد السعادة الروحية والروحانية، ويدعوا إلى توحيد الله سبحانه مع طلب العون والتوفيق والسداد منه سبحانه، ويعتني بالتربية الخلقية ويتصدى لشبهاتهم ويرد عليهم ويبين محاسن الإسلام وفضائلها وينشرها للناس.

والله ولي التوفيق...

أيضًا لا أنسى أن أذكر من أهم المواقع الالكترونية التي تهتم بجانب الرد على الإلحاد والملاحدة مناقشتهم، موقع (مركز دلائل)، وكذلك (تكوين للدراسات والأبحاث) و(يقين) وغير ذلك.

**وختاماً**...أسأل الله تعالى أن ينفعنا بما قدمنا وكتبنا في هذا البحث المختصر، ونسأله سبحانه السلامة من الفتن ونطلب منه التوفيق والعون والسداد

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

## المراجع والمصادر

١) القرآن الكريم

٢) دلائل الربوبية، د. أبو زيد بن محمد مكي، ط٢ ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م مركز تكوين للدراسات والأبحاث

٣) المذاهب الفكرية المعاصرة ودورها في المجتمعات وموقف المسلم منها، د. غالب بن علي عواجي، ط١ ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م، المكتبة العصرية الذهبية

٤) الإلحاد أسباب هذه الظاهرة وطرق علاجها، عبد الرحمن عبد الخالق، ط٢ ١٤٠٢هـ، الرئاسة العامة لإدارة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية – الرياض

٥) الفيزياء ووجود الخالق، أ.د. جعفر شيخ إدريس ط١ ١٤٢٢هـ/ ٢٠٠١م

٦) الموسوعة الميسرة في الأديان والمذاهب والأحزاب المعاصرة، ط٤، دار الندوة العالمية للطباعة والنشر والتوزيع

٧) فرق معاصرة تنتسب إلى الإسلام وبيان موقف الإسلام منها، د. غالب بن علي عواجي، كتاب الكتروني

٨) موسوعة الفرق ضمن موقع الدرر السنية

٩) مذكرة لمقرر ٣٢٨ سلم (العقيدة الإسلامية والمذاهب الفكرية المعاصرة)، بجامعة الملك سعود بالرياض.

# الراضي بالمعصية في حكم العاصي

محمد عمر صلاح الدين

(معهد اللغويات العربية، قسم اللغة والثقافة)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين أما بعد!

فإن الشريعة الإسلامية المطهرة لم تحرم ارتكاب كل من المعاصي والذنوب ولم تنه عن اقتراف كل من الجرائم والفواحش فحسب بل سدت كل ما يؤدي إليها من الذرائع والدوافع وأرتجت -بحكمة لطيفة- تلك الأبواب التي تسبب تحقيق الغايات المحرمة واجتراح السيئات والمحظورات، كما أن الإسلام يعتبر نهيه من التعاون على الإثم والعدوان، و التشبه بالعصاة المجرمين وتهديد أن يحشر معهم من يحبهم كما أكد أن من رأى المعصية والمأثمة فأقر بها ورضيها ولم ينكرها بما لديه من المقدرة والاستطاعة ولو بقلبه على أقل الدرجات، كان في حكم من اقترفها وعمل بها.

يقول الله عز وجل:

﴿وقد نزل عليكم فى ٱلكتاب أن إذا سمعتم آيات ٱلله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتىٰ يخوضوا فى حديث غيره‍ۦٓ إنكم إذا مثلهم﴾[1]

قال الإمام محمد بن أحمد القرطبي(ت٦٧١ھ) رحمه الله في تفسير هذه الآية:

"فدل بهذا على وجوب اجتناب أصحاب المعاصي إذا ظهر منهم منكر، لأن من لم يجتنبهم فقد رضي فعلهم، والرضا بالكفر كفر...الرضا بالمعصية معصية، ولهذا يؤاخذ الفاعل والراضي بعقوبة المعاصي حتى يهلكوا بأجمعهم"[٢]

قال شيخ الاسلام ابن تيمية(٧٢٨هـ) رحمه الله:

"وهذا نهي صريح عن مجالستهم حال مواقعتهم لهذا المنكر.. فما دام لا يقدر على الإنكار باليد أو اللسان فلا بد إذاً من مفارقته للمنكر.. هذا هو الصحيح"[٣]

وقال الامام عبد الرحمن بن ناصر السعدي (ت١٩٥٧م) رحمه الله:

"إن قعدتم معهم في الحال المذكورة فأنتم مثلهم ؛ لأنكم رضيتم بكفرهم واستهزائهم ، والراضي بالمعصية كالفاعل لها ، والحاصل أن من حضر مجلسا يعصى الله به ، فإنه يتعين عليه الإنكار عليهم مع القدرة ، أو القيام مع عدمها "[٤]

فمن خلال أقوال هؤلاء المفسرين الأجلاء يظهر جليا أن الرضا بالمعصية وعدم إنكارها مع القدرة، عمل خطير يستحق العقاب والجزاء السيء حتى يصير صاحبه من زمرة أولئك المذنبين العصاة على وجه المماثلة والمشاكلة.

فمثلا هناك خبثاء من الشيعة والروافض الذين تغمر صدورهم على الصحابة الكرام والذين من طعنهم فيهم يشعر كل مسلم مؤمن في قلبه بالحزازات والتألمات بالإضافة إلى من يؤيدهم وأفكارهم من بعض الحركيين المتأثرين بنظريات الروافض وتصوراتهم إما برضاهم وسكوتهم عنهم دون الرد عليهم عند أمس الحاجة إليه، بل التقامهم ما يرمون به الصحابة الكرام ومضغهم ما يقدحون به فيهم وإما بمواكبتهم وتواطئهم معهم وموالاتهم والوقوف إلى جانبهم، فهٰولاء أيضاً منهم ومن قافلتهم

وحكمهم في هذا الباب كحكمهم وإن لم يشاركوهم بالعملية ولم يدركوهم أزمنتهم وأماكنهم، لأنها تنطبق عليهم قاعدة"الراضي بالمعصية في حكم العاصي" التي هي مستفادة من حديث العرس بن عميرة الكندي ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إذا عملت الخطيئة في الأرض كان من شهدها فكرهها وقال مرة: أنكرها – كان كمن غاب عنها، ومن غاب عنها فرضيها كان كمن شهدها"(٥)

قال الامام محمد عبد الرؤوف المناوي(ت١٠٣١هـ)رحمه الله تعالى في شرح هذا الحديث:

"...."كان كمن شهدها" أي حضرها في المشاركة في الإثم وإن بعدت المسافة بينهما لأن الراضي بالمعصية في حكم العاصي الصورة الأولى إعطاء حكم الموجود حكم المعدوم والثانية عكسه..."(٦)

ويدل على ذلك قول الله تعالى حينما ذكر جريمة قوم ثمود لعقرهم ناقة الله:

" فكذبوه فعقروها فدمدم عليهم ربهم بذنبهم فسواها"(٧)

فجاء سبحانه بصيغه الجمع في'فعقروها' مع أن العقر إنما صدر من رجل واحد وهو "قدار بن سالف" كما يوضح هذا المفهوم آية القمر "فنادوا صاحبهم فتعاطى فعقر" التي استخدم فيها صيغة الفرد.

فيجدر بسرد بعض أقوال المفسرين فيما يلي لكي يتضح المراد حتى لا يبقى فيه نوع من الغموض:

قال الامام محمد بن جرير الطبري(ت٣١٠هـ) رحمه الله في تفسير آية الشمس:

" جاء الخبر أنهم بعد تسليمهم ذلك أجمعوا على منعها الشرب، ورضوا بقتلها، وعن رضا جميعهم قتلها قاتلها، وعقرها من عقرها ولذلك نسب التكذيب والعقر إلى جميعهم، فقال جل ثناؤه: {فكذبوه فعقروها}"[٨]

قال الإمام القرطبي رحمه الله:

"(فعقروها) أي عقرها الأشقى. وأضيف إلى الكل لأنهم رضوا بفعله."[٩]

وقال الشيخ محمد الأمين الشنقيطي(ت١٣٩٤ هـ) رحمه الله في تفسير آية القمر:

"ومعلوم أن المتمالئين على العقر كلهم عاقرون، وصحت نسبة العقر إلى المنفذ المباشر للعقر، وصحت نسبته أيضا إلى الجميع، لأنهم متمالئون"[١٠]

وقد ذكر هذا المعنى غير واحد من المفسرين كأبي حيان(ت٧٤٥هـ) والشوكاني(ت١٢٥٠هـ) وابن عاشور (ت١٣٤٣هـ) رحمهم الله جميعا.

ومما يبرر أيضاً هذا المفهوم ويؤيده هو قوله تعالى:

﴿ولئن سألتهم ليقولن إنما كنا نخوض ونلعب قل أبٱلله وآيـٰته ورسوله كنتم تستهزءون. لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمـٰنكم﴾[١١]

من هم الذين كفروا بعد إيمانهم؟

وبأي ذنب أولئك المنافقون جمعاء كانوا مجرمين ومستهزئين بالله وآياته رسوله؟

الجواب: إنما كان إثمهم قول رجل منهم في أصحاب النبي ﷺ:

"ما أرى قراءنا هؤلاء إلا أرغبنا بطونا، وأكذبنا ألسنة، وأجبننا عند اللقاء."[١٢]

فموضع الاستدلال في هذه الآية هو قوله عز وجل ﴿أكفرتم بعد إيمانكم﴾ (بصيغة الجمع) مع أن القائل الواقع في أصحاب النبي ﷺ هو فرد واحد كما ثبت من

الروايات، إلا أن بعض العلماء استدل بهذه الآية الكريمة على كفر من ينتقص النبي ﷺ فها هو الإمام ابن تيمية رحمه الله يقول:

".....وقد دلت هذه الآية على أن كل من تنقص رسول الله صلى الله عليه وسلم جاداً أو هازلاً فقد كفر...فهؤلاء لما تنقصوا النبي صلى الله عليه وسلم حيث عابوه والعلماء من أصحابه واستهانوا بخبره أخبر الله أنهم كفروا بذلك وإن قالوه استهزاء فكيف بما هو أغلظ من ذلك؟"[١٣]

على كل حال فيؤخذ من ذلك أن المجرم الآثم وحده لايستحق هذا العقاب والعذاب فحسب، بل يدخل في هذا الوعيد كل من أيده وعاضده وتواطأ معه أو رضي بفعله.

**ختاما** أذكر أن مايجري في هذه الأيام من الإساءة إلى النبي ﷺ، حيث قام بعض الأشرار والطغام بتشكيل مهزلة وتصوير تمثالٍ سخريٍ لأفضل البشر خاتم النبيين عليه الصلاة والسلام في "فرنسا" فوافق على عملهم الشنيع و جريمتهم القبيحة تلك، أناس من مختلف نواحي العالم كله، بأقلامهم وبعضُهم بألسنتهم بين قائم بالاحتجاجات والمظاهرات وبين نشيط متوقد على وسائل التواصل الاجتماعي ضد صوت الشعوب الإسلامية الرافعة شعاراتِ الشكوى والشجب والاستنكار حول ما كانوا يقومون به من هتك حرمة رسولنا الكريم ﷺ فهولاء أيضاً كانوا مجرمين و إن لم يكونوا ملوثين بأنفسهم بالفعل ولكنهم مشاركين بتغريداتهم المفرحة ونياتهم المرضية وهتافاتهم المؤيدة وأحساسيهم الظافرة ومشاعرهم المنتصرة وانطباعاتهم السارة.

أسأل الله سبحانه أن يرزقنا الغيرة الدينية والحمية الإسلامية وأن لايجعلنا من الخائنين المتساهلين في أمور الشريعة وأحكامه، آمين.

## المراجع والمصادر


(١)النساء: ١٤٠/ ٤

(٢)الجامع لأحكام القرآن: ٤١٨/ ٥

(٣)مجموع الفتاوى: ٢٠٤/ ٢٨

(٤)تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان للسعدي رحمه الله،٩٣/ ٢

(٥)سنن أبي داود،أول كتاب الملاحم، باب الأمر وَالنهي رقم الحديث:٤٣٤٥

(٦)فيض القدير شرح الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير، ٥٠٣/ ١رقم الحديث:٧٦٦

(٧)الشمس،١٤/ ٩٢

(٨)جامع البيان عن تأويل آي القرآن للطبري بتحقيق الشيخ أحمد محمد شاكـــر، ٤٦٠/ ٢٤

(٩)الجامع لأحكام القرآن،٧٩/ ٢٠

(١٠)أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن،٤٨١/ ٧

(١١) التوبة:٦٥/ ٩_٦٦

(١٢)جامع البيان عن تأويل آي القرآن للطبري بتحقيق الدكتور عبدالله التركي:٥٤٥/ ١١

(١٣)الصارم المسلول على شاتم الرسول،ص:٣١_٣٣

# حلم طامس

جنيد يوسف عبد الرقيب
(قسم اللغة العربية وآدابها، البكالوريوس)

غربت الشمس خلف الجبال، وراحت الطيور إلى أعشاشها، وخيمت الليل رداءها على الخلائق، وحل الظلام في الحارة، وطرأ الصمت في كل مكان، ورجعت من الحانة، وارتفع نباح الكلاب من بعيد، ثم انخفض، دخلت غرفتي، وفي يدي قدح، وحيدتي التي أتسلى بها منذ أن فارقتها، وأشاركها آلامي وأوجاعي، فتحت غرفتي وحاولت شرب آخر جرعة ولم أشرب، ووضعت الكأس على الطاولة، واقتربت إلى النافذة لأدلي أطرافي وجوانبي، ولكنني لم أجد سوى وحشة مخيفة وأحلاما قاتمة، وتحدثت نفسي هل أستطيع نسيانها؟ لماذا سلمت حياتي لهذه الذكريات؟ وحتى لا أكاد أسيطر على وجودي، وحتى هذه الصبوة لم تفد في نسيان كل ما حدث في حياتي من حوادث.

كانت يوميات رغد بين يدي، أهدتني قبل وفاتها بأمها!

آخر شيء في تشييع جنازة حبي، هيجتني من داخلي، وأبعدتني عن النوم مسافات!

أحبتني ولم أهتم بها، وقطعت كل الآمال الخفية التي كانت تخفي، وبلغة تعبرها لي حبها العميق، تخلت عن الحب ولم تقل شيئا، تخرجنا، وشغلتنا شواغل الحياة.

أغرقني حبي للأدب والشعر في حب فتاة اسمها يعبر عن شيء يهدي للتعبير عن الحب، ورداء لم أرها أبدا، قرأتها في مجلة الحياء، أعجبتني قصائدها الغزلية، سحرتني أبياتها وخلبتني معانيها، وبدأت أتابعها، وكأنني وجدت ركيزة حياتي فيها، وبدأ شعوري يحيط حولها كل وقت، وأطلقت تفكيري في ذاتها وشخصيتها، وصارت هي مركز حياتي.

اتصلت بها، وذكرت حبها له ذات يوم ولم ترد، أخذتني الفكرة، وانتابني شعور لا أستطيع تعبيرها، وتلقيت رسالة هيجتني من أحلامي، خبر وفاتها صارت في حادثة سيارة، وفارقت الحياة في المستشفى، وأحسست كأن نارا مشبوبا تسري في ضلوعي، وفقدت شعوري ووجداني.

أخذتني غيمة اليأس والقنوط، وتركت الجامعة، رجعت إلى البيت، ولكنها ليست نهاية قصتي، أن زميلتي التي كانت تحبني أيضا آنس بها الأجل قبل أيام، فذهبت إلى أهلها للعزاء، أعطتني أمها يومياتها، وما وقع نظري عليها في صفحاتها فوقفت كالتمثال لا أبدي حراكا وكأنني تحت صخرة يكسر حياتي وعظامي وأحدا يعصر قلبي، واغرورقت بالدموع لأن مشهدا ينتظرني وراء حبي لشخص لم أرها هي التي رفضتها في الجامعة وها هي التي أحببتها.

وجددت لي التساؤلات أهرب منها وكانت تطاردني مثل شبح في الظلام حادثة!

IRTEKAZ
Monthly Online Magazine
By Indian Students at King Saud University, Riyadh (KSA)

MARCH 2022

”کسی بھی عقیدہ وفکر اور تحریک ومشن کی نشر واشاعت اور اس کی دعوت وتبلیغ کے لیے جو عناصر ناگزیر ہیں ان میں درج ذیل امور کو بنیادی حیثیت حاصل ہے:

(۱) نئی نسل کی تدریس، تعلیم وتربیت

(۲) مشن کی تعبیر وتفہیم کے لیے صحیح اور مناسب لٹریچر کی تیاری

(۳) داعی جس تحریک اور دعوت کا حامل ہے اپنے عقیدہ وعمل، اخلاق وسلوک اور سیرت وکردار سے وہ اس کی صحیح نمائندگی کر رہا ہو۔

(۴) اپنے مشن سے اسے غایت درجے کا خلوص اور لگاؤ ہو اور اس کے لیے وہ ہر قسم کی قربانی دے سکے۔

(۵) مشن کے راستے میں جو مشکلات بھی آئیں انہیں وہ نہایت صبر وتحمل کے ساتھ انگیز کرے اور صبر وثبات اور ایثار کے ذریعے مخالفین کے دلوں میں بھی اپنے لیے جگہ بنا سکے۔“

(مولانا عبدالحمید رحمانی رحمۃ اللہ علیہ)

E-mail: yasirasad97@ymail.com Mob: +966501045646